اسلامی تہذیب اور اُس کے اُصول و مبادی

مغربی مصنفین اور ان کے اثر سے مشرقی اہل علم کا بھی ایک بڑا گروہ یہ رائے رکھتا ہے کہ اسلام کی تہذیب اپنے ماقبل کی تہذیبوں وخصوصاً یونانی رومی تہذیب سے ماخوذ ہے، اور وہ ایک جداگانہ تہذیب صرف اس وجہ سے بن گئی ہے کہ عربی ذہنیت نے اس پرانے مواد کو ایک نئے اسلوب سے ترکیب دیکر اس کی ظاہری شکل وصورت بدل دی ہے یہی نظریہ ہے جس کی بناء پر یہ لوگ اسلامی تہذیب کے عناصر ترکیبی، ایرانی، بابلی، سریانی، فینیقی، مصری، یونانی، اور رومی تہذیبوں میں تلاش کرتے ہیں۔ اور پھر عربی خصائص میں اس ذہنی عامل کا سراغ لگاتے ہیں جس نے ان تہذیبوں سے اپنے ڈھب کا مسالہ لیکر اسے اپنے ڈھنگ پر ترتیب دیا۔

لیکن یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے۔ میں اس حقیقت سے انکار نہیں کرتا کہ ہر زمانہ میں انسان کا حال اس کے ماضی سے ضرور متاثر ہوتا ہے، اور ہر نئی تعمیر میں پچھلی تعمیروں کے مواد سے ضرور کام لیا جاتا ہے مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلامی تہذیب اپنی ذات وجوہر میں خالص اسلامی ہے، اور کسی غیر اسلامی موثر کے اثر کا اس میں ذرہ برابر دخل نہیں ہے، البتہ عرضی امور میں عربی ذہنیت، عربی روایات اور ماقبل اور ما بعد کی تہذیبوں کے اثرات ضرور داخل ہو گئے ہیں۔ عمارت میں ایک چیز تو اس کا نقشہ، اس کا مخصوص طرز تعمیر، اس کا مقصد اور اس مقصد کے لئے اس کا مناسب ومطابق ہونا ہے اور یہی اصل واساس ہے۔ دوسری چیز اس کا رنگ روغن، اس کے نقش ونگار، اس کی زینت وآرائش ہے، اور یہ ایک جزئی وفروعی چیز ہے پس جہاں تک اصل واساس کا تعلق ہے اسلامی تہذیب کا قصر کلیتہً اسلام کی اپنی تعمیر کا نتیجہ ہے۔ اس کا نقشہ اس کا اپنا ہے، کسی

دوسرے نقشے کی مدد اس میں نہیں لی گئی ہے' اس کا طرز تعمیر خود اسی کا ایجاد کردہ ہے کسی دوسرے نمونہ کی نقل اس میں نہیں کی گئی ہے، اس کا مقصد تعمیر نرالا ہے، کوئی دوسری عمارت اس مقصد کے لئے نہ اس سے پہلے تعمیر کی گئی اور نہ اس کے بعد، اسی طرح اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جس قسم کی عمارت تعمیر ہونی چاہئے تھی اسلامی تہذیب کی عمارت ٹھیک ویسی ہی ہے، اس مقصد کے لئے جو کچھ اس نے تعمیر کر دیا، اس میں کوئی بیرونی مہندس نہ ترمیم کی قدرت رکھتا ہے اور نہ اضافہ کی۔ باقی رہے جزئیات و فروع تو اسلام نے ان میں بھی دوسروں سے بہت کم استفادہ کیا ہے حتیٰ کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی بیشتر اسلام کے اپنے ہیں، لیکن مسلمانوں نے دوسروں سے رنگ روغن، نقش و نگار اور زینت و آرائش کے سامان لے کر اس عمارت میں اضافہ کر دئے اور وہی دیکھنے والوں کو اتنے نمایاں نظر آئے کہ انہوں نے پوری عمارت پر نقل کا حکم لگا دیا۔

تہذیب کا مفہوم

اس بحث کا فیصلہ کرنے کے لئے سب سے پہلے اس سوال کا تصفیہ ہونا ضروری ہے کہ تہذیب کس چیز کو کہتے ہیں؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی قوم کی تہذیب نام ہے، اس کے علوم و آداب، فنون لطیفہ، صنائع و بدائع، اطوار معاشرت، انداز تمدن اور طرز سیاست کا مگر حقیقت میں یہ نفس تہذیب نہیں ہیں۔ تہذیب کے نتائج و مظاہر ہیں۔ تہذیب کی اصل نہیں ہیں شجر تہذیب کے برگ و بار ہیں۔ کسی تہذیب کی قدر و قیمت ان ظاہری صورتوں اور نمائشی ملبوسات کی بنیاد پر متعین نہیں کی جا سکتی۔ ان سب کو چھوڑ کر ہمیں اس کی روح تک پہنچنا چاہئے۔ اور اس کے اساس اصول کا تجسس کرنا چاہئے۔

تہذیب کے عناصر ترکیبی اس نقطۂ نظر سے سب سے پہلی چیز جس کا کسی تہذیب میں کھوج لگانا ضروری ہے

وہ یہ کہ دنیوی زندگی کے متعلق اس کا تصوّر کیا ہے؟ وہ اس دنیا میں انسان کی کیا حیثیت قرار دیتی ہے؟ اس کی نگاہ میں دنیا کیا ہے؟ انسان کا اس دنیا سے کیا تعلق ہے؟ اور انسان اس دنیا کو برتتے تو کیا سمجھ کر برتتے؟ یہ تصور کا سوال ایسا اہم سوال ہے کہ انسانی زندگی کے تمام اعمال پر اس کا نہایت گہرا اثر ہوتا ہے، اور اس تصور کے بدل جانے سے تہذیب کی نوعیت بنیادی طور پر بدل جاتی ہے۔

دوسرا سوال جو تصوّر حیات کے سوال سے گہرا تعلق رکھتا ہے زندگی کے نصب العین کا سوال ہے، دنیا میں انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ یہ ساری تگ و دو یہ تمام کشمکش، یہ سب جدوجہد اور محبت و مشقت آخر کس لئے ہے؟ وہ کیا چیز مطلوب ہے جس کی طرف آدمی کو دوڑنا چاہئے؟ وہ کونسا مطمح نظر ہے جس تک پہنچنے کے لئے ابن آدم کو کوشش کرنی چاہئے۔ اور وہ کونسا منتہا ہے جسے انسان کو اپنی ہر سعی اور اپنے ہر عمل میں پیش نظر رکھنا چاہئے؟ یہی مقصود و مطلوب کا سوال انسان کی عملی زندگی کا رُخ اور اس کی رفتار متعین کرتا ہے، اور اِسی کے مطابق عمل کے طریقے اور کامیابی کے وسائل اختیار کئے جاتے ہیں۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ زیر بحث تہذیب میں انسانی سیرت کی تعمیر کن بنیادی عقائد و افکار پر کیگئی ہے؟ انسان کی ذہنیت کو وہ کس سانچے میں ڈھالتی ہے؟ انسان کے دل و دماغ میں کس قسم کے خیالات جاگزیں کرتی ہے؟ اور اس میں وہ کونسے ذہنی محرکات ہیں جو اس کے نصب العین کے مطابق انسان کو ایک مخصوص قسم کی عملی زندگی کے لئے ابھارتے ہیں؟ یہ بات کسی بحث کی محتاج نہیں ہے کہ انسان کے قوائے عمل اس کے قوائے فکر کے تابع ہیں۔ اس کے دست و پا کو جو روح حرکت دیتی ہے وہ اس کے دل و دماغ سے آتی ہے، دل و دماغ پر جو عقیدہ، جو تخیل، جو مفکورہ پوری قوت کے ساتھ مسلط ہو گا عملی قوتیں اُسی کے زیر اثر حرکت کریں گی۔ ذہن

جس سانچے میں ڈھلا ہوا ہوگا اسی کے مطابق جذبات، حسیات، اور داعیات پیدا ہوں گے، اور انہی کے اتباع میں اعضا و جوارح کام کریں گے۔ پس دنیا کی کوئی تہذیب ایک اساسی عقیدہ اور ایک بنیادی متخیلہ کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی، اور اس بنا پر ہر تہذیب کو سمجھنے اور اس کی قدر و قیمت جانچنے کے لئے اس عقیدہ او متخیلہ کو سمجھنا اور اس کے حسن و قبح کو جانچنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کسی عمارت کی مضبوطی و پائداری کا حال معلوم کرنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کی بنیادیں کتنی گہری اور کتنی مضبوط ہیں۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ وہ تہذیب انسان کو بحیثیت ایک انسان کے کس طرح کا آدمی بناتی ہے؟ یعنی وہ کس قسم کی اخلاقی تربیت ہے جس سے وہ انسان کو اپنے نظریہ کے مطابق کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے طیار کرتی ہے؟ وہ کونسے خصائل، اوصاف اور نفسی خصائص ہیں جنہیں وہ انسان میں پیدا کرنے اور نشوونما دینے کی کوشش کرتی ہے؟ اور اس کی مخصوص اخلاقی تربیت سے انسان کیسا انسان بنتا ہے؟ گو تہذیب کا اصل مقصود نظام اجتماعی کی تعمیر ہے لیکن افراد ہی وہ مسالہ ہیں جن سے جماعت کا قصر بنتا ہے اور اس قصر کا استحکام اس پر منحصر ہے کہ اس کا ہر پتھر اچھا ترشا ہوا ہو، ہر اینٹ خوب پکی ہوئی ہو، ہر شہتیر مضبوط و پائدار ہو، کوئی کڑی گھن کھائی ہوئی نہ ہو، اور کسی حصہ میں ناکارہ، کچا اور بیجان مسالہ استعمال نہ کیا جائے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ اس تہذیب میں انسان اور انسان کا تعلق اس کی مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے کس طرح قائم کیا گیا ہے؟ اس کے تعلقات اس کے خاندان، اس کے ہمسایوں، اس کے دوستوں، اس کے ساتھ معاملہ کرنے والوں اس کے ساتھ رہنے اور لینے والوں، اس کے ماتحتوں اس کے بالادستوں خود اس کی اپنی تہذیب کے پیرووں، اور اس کی تہذیب کی پیروی نہ کرنے والوں کے ساتھ کس قسم کے رکھے ہیں؟ اس کے حقوق دوسروں پر اور دوسروں کے

حقوق اس پر کیا قرار دیئے ہیں؟ اس کو کن حدود کا پابند کیا ہے؟ اس کو آزادی دی ہے تو کس حد تک اور مقید کیا ہے تو کس حد تک اس سوال کے ضمن میں اخلاق معاشرت، قانون، سیاست، اور بین الاقوامی تعلقات کے تمام مسائل آجاتے ہیں۔ اور اسی سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ زیر بحث تہذیب خاندان، سوسائٹی، اور حکومت کی تنظیم کس ڈھنگ پر کرتی ہے۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ تہذیب جس چیز کا نام ہے اس کی تکوین پانچ عناصر سے ہوتی ہے۔

(۱)۔ دنیوی زندگی کا تصور۔

(۲)، زندگی کا نصب العین۔

(۳)، اساسی عقیدہ۔

(۴)، انفرادی تربیت۔

(۵)، نظام اجتماعی۔

دنیا کی ہر تہذیب انہی پانچ عناصر سے بنی ہے، اور اسی طرح اسلامی تہذیب کی تکوین بھی انہی سے ہوئی ہے۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلامی تہذیب کے یہ پانچوں عناصر کس نوع کے ہیں، اور ان کی ترکیب کس طرح ہوئی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ اس نوعیت کے عناصر نہ فرداً فرداً اسلام کے سوا کسی اور تہذیب میں موجود ہیں، اور نہ انکی مجموعی ہیئت کی کوئی اور مثال دنیا میں پائی جاتی ہے۔

دنیوی زندگی کا اسلامی تصور

انسان کو ابتدا سے اپنے متعلق بڑی غلط فہمی ہے۔ اور اب تک اس کی یہ غلط فہمی باقی ہے۔

کبھی وہ افراط پر اترتا ہے تو اپنے آپ کو دنیا کی سب سے زیادہ بلند پایہ ہستی سمجھ لیتا ہے، غرور و تکبر اور سرکشی کی ہوا اس کے دماغ میں بھر جاتی ہے کسی طاقت کو اپنے سے بالاتر کیا معنی اپنا مدمقابل بھی نہیں سمجھتا، مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً اور اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کی صدا بلند کرتا ہے، اور اپنے آپ کو غیر ذمہ دار اور غیر جواب دہ سمجھ کر جبر و قہر کا دیوتا ظلم و جور اور شر و فساد کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ اور کبھی تفریط کی جانب مائل ہوتا ہے تو اپنے آپ کو دنیا کی سب سے زیادہ ذلیل ہستی سمجھ لیتا ہے، درخت، پتھر، دریا، پہاڑ، جانور، ہوا، آگ، بادل، بجلی، چاند، سورج، تارے، غرض ہر اس چیز کے سامنے گردن جھکا دیتا ہے جس کے اندر کسی قسم کی طاقت یا منفعت یا مضرت نظر آتی ہے، اور خود اپنے جیسے آدمیوں میں بھی کوئی قوت دیکھتا ہے تو ان کو بھی دیوتا اور معبود مان لینے میں تامل نہیں کرتا۔

انسان کی حقیقت اسلام نے ان دونوں انتہائی تصورات کو باطل کر کے انسان کی اصلی حقیقت اس کے سامنے پیش کی ہے، وہ کہتا ہے کہ

فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؟ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ انسان اپنی حقیقت تو دیکھے کہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (۸۶) ایک اچھلتے ہوئے پانی سے جو پشت اور سینہ کی ہڈیوں سے کھینچ کر آتا ہے۔

اَوَ لَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ (۳۶ : ۵)

کیا انسان یہ نہیں دیکھتا کہ ہم نے اس کو ایک قطرہ آب سے بنایا ہے، اور اب وہ کھلم کھلا ہمارا حریف بنتا ہے۔ اور ہمارے لئے مثالیں دیتا ہے اور اپنی اصل کو بھول گیا ہے۔

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ثُمَّ

انسان کی ابتدا مٹی سے کی پھر مٹی کے نچوڑ سے جو ایک حقیر پانی ہے اس کی نسل چلائی پھر اس کی بناوٹ ٹھیک کی

سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهٖ (۳۲ : ۱)

اور اس میں اپنی روح پھونکی۔

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ
ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ
غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ
مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ
طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ
يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ
لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْــــًٔا۔
(۲۲ : ۱)

ہم نے تم کو مٹی سے پھر قطرۂ آب سے پھر خون کے لوتھڑے
سے پھر پوری یا ادھوری بنی ہوئی بوٹی سے پیدا کیا
تاکہ تم کو اپنی قدرت دکھائیں۔ اور ہم جس نطفہ کو
چاہتے ہیں ایک مدت مقررہ تک رحم مادر میں ٹھیرائے
رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں، پھر تم کو بڑھا کر
جوانی کو پہنچاتے ہیں تم میں سے کوئی وفات پا جاتا
ہے۔ اور کوئی بدترین عمر کو پہنچ جاتا ہے کہ سمجھ بوجھ
حاصل کرنے کے بعد پھر ناسمجھ ہو جائے

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ
الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِيْٓ اَيِّ
صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ (۲۲)

اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم سے مغرور
کر دیا؟ اس رب سے جس نے تجھے پیدا کیا تیرے اعضا
درست کئے، تیرے قوا میں اعتدال پیدا کیا
اور جس صورت میں چاہا تیرے عناصر کو ترکیب دی۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ شَـيْـــًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ
الْاَبْصَارَ وَالْاَفْــِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
(۱۶ : ۱۱)

اور اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں
سے نکالا جب تم نکلے تو اس حال میں تھے کہ تم کچھ بھی
نہ جانتے تھے۔ اس نے تم کو کان دئے آنکھیں دیں۔
دل دئے۔ شاید کہ تم شکر کرو۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ

کیا تم نے اس نطفہ کو دیکھا جسے تم ڈالتے ہو

اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ ۔ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ
الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ عَلٰۤى اَنْ
نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا
تَذَكَّرُوْنَ ۔ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۔
ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ
لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ
تَفَكَّهُوْنَ ۔ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۙ بَلْ نَحْنُ
مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ
تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ
الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ
جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝
اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝
ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ
الْمُنْشِئُوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً
وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ
رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (۵۶ : ۳)

میں ٹپکاتے ہو؟ اس سے بچہ تم پیدا کرتے ہو یا ہم
اس کے پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی تمہارے درمیان
موت کا اندازہ مقرر کیا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں
ہیں کہ تمہاری جسمانی شکلیں بدل دیں اور ایک
اور ہستی میں تم کو بنا دیں جس کو تم نہیں جانتے ۔ اور
تم اپنی پہلی پیدائش کو تو جانتے ہی ہو۔ پھر کیوں نہیں
اس سے سبق حاصل کرتے؟ پھر کیا تم نے دیکھا کہ یہ
کھیتی باڑی جو تم کرتے ہو۔ اس کو تم اگاتے ہو یا
اگانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس کو بھس
بنا دیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم نقصان میں
رہے بلکہ محروم رہ گئے۔ پھر کیا تم نے اس پانی کو دیکھا
جسے تم پیتے ہو؟ اس کو تم نے بادلوں سے اتارا ہے یا اتارنے
والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس کو کھاری بنا دیں
پس کیوں نہیں شکر ادا کرتے پھر کیا تم نے اس آگ کو دیکھا
جسے تم سلگاتے ہو؟ جن درختوں سے یہ جلائی جاتی ہے ان کو
تم نے پیدا کیا ہے یا پیدا کرنے والے ہم ہیں۔ ہم نے اس کو
ایک یاد دلانے والی چیز اور مسافروں کے لئے سامان بنایا ہے
پس اے انسان اپنے خدائے بزرگ کی تسبیح کر۔

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ

جب کبھی سمندر میں تم پر طوفان کی مصیبت آئی تو تم

تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ، فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۔ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ۔ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا تَبِيْعًا (۱۷:۷)۔

اپنے سب معبودان باطل کو بھول گئے اور اس وقت خدا ہی یاد آیا پھر جب اس نے تمکو بچا کر خشکی پر پہنچا دیا تو تم پھر اعراض کی روش پر اترائے انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے کہ خدا تم کو زمین میں دھنسا دے یا تم پر ہوا کا طوفان بھیج دے اور تم کوئی اپنا مددگار نہ پاؤ؟ کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے کہ خدا تم کو دوبارہ اس سمندر میں لیجائے اور تم پر ہوا کا ایسا جھکڑ بھیجدے جو تمھیں تمہاری نافرمانی کے بدلے میں غرقاب کر دے اور پھر تم ہمارا پیچھا کرنے والا کوئی حمایتی نہ پاؤ؟

ان آیات میں انسان کے غرور وتکبر کو توڑا گیا ہے ۔ اسے اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تو ذرا اپنی حقیقت تو دیکھ ۔ ایک نجس اور حقیر پانی کا قطرہ جو رحم مادر میں مختلف قسم کی نجاستوں سے پرورش پا کر گوشت کا ایک لوتھڑا بنتا ہے ۔ خدا چاہے تو اس لوتھڑے میں جان ہی نہ ڈالے اور وہ یونہی غیر مکمل حالت میں خارج ہو جائے ۔ خدا اپنی قدرت سے اس لوتھڑے میں جان ڈالتا ہے اس میں حواس پیدا کرتا ہے اور ان آلات اور ان قوتوں سے اس کو مسلح کرتا ہے جن کی انسان کو دنیوی زندگی میں ضرورت ہوتی ہے اس طرح تو دنیا میں آتا ہے مگر تیری ابتدائی حالت یہ ہوتی ہے کہ تو ایک بے بس بچہ ہوتا ہے جس میں اپنی کوئی حاجت پوری کرنے کی قدرت نہیں ہوتی خدا ہی نے اپنی قدرت سے ایسا سامان کیا ہے کہ تیری پرورش ہوتی ہے ، تو بڑھتا ہے ، جوان ہوتا ہے ۔ طاقت ور اور قادر ہوتا ہے ۔ پھر تیری قوتوں میں انحطاط شروع ہوتا ہے ۔ تو جوانی سے

بڑھاپے کی طرف جاتا ہے یہاں تک کہ ایک وقت میں تجھ پر پھر وہی بے بسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جو بچپن میں تھی۔ تیرے حواس جواب دیدیتے ہیں۔ تیری قوتیں ضعیف ہو جاتی ہیں۔ تیرا علم نسیاً منسیا ہو جاتا ہے، اور آخر کار تیری شمع حیات بجھ جاتی ہے، مال اولاد، عزیز دوست، اقارب سب کو چھوڑ کر قبر میں جا پہنچتا ہے، اس مختصر عرصۂ حیات میں تو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے آپ کو زندہ رکھنے پر قادر نہیں ہے تجھ سے بالاتر ایک قوت ہے جو تجھکو زندہ رکھتی ہے، اور جب چاہتی ہے۔ تجھ کو دنیا چھوڑنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ پھر جتنی مدت تو زندہ رہتا ہے، تو انین قدرت سے جکڑا رہتا ہے۔ یہ ہوا، یہ پانی، یہ روشنی، یہ حرارت، یہ زمین کی پیداوار، قدرتی ساز و سامان جن پر تیری زندگی کا انحصار ہے ان میں سے کوئی بھی تیرے بس میں نہیں۔ نہ تو ان کو پیدا کرتا ہے، نہ یہ تیرے احکام کی تابع ہیں۔ یہی چیزیں جب تیرے خلاف آمادۂ پیکار ہو جاتی ہیں تو تو اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں بے بس پاتا ہے۔ ایک ہوا کا جھکڑ تیری بستیوں کو تہ و بالا کر دیتا ہے، ایک پانی کا طوفان تجھے غرقاب کر دیتا ہے۔ ایک زلزلہ کا جھٹکا تجھے پیوند خاک کر دیتا ہے۔ تو خواہ کتنے ہی آلات سے مسلح ہو، اپنے علم سے (جو خود بھی تیرا اپنا پیدا کیا ہوا نہیں ہے) کیسی ہی تدبیریں ایجاد کرے، اپنی عقل سے (جو خود بھی تیری اپنی حاصل کردہ نہیں ہے) کیسے ہی ساز و سامان مہیا کرے، قدرت کی طاقتوں کے سامنے یہ سب چیزیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ اس بل بوتے پر تو اکڑتا ہے، پھولوں نہیں سماتا کسی طاقت کو خاطر میں نہیں لاتا فرعونیت اور نمرودیت کا دم بھرتا ہے، جبار و قہار بنتا ہے، ظالم و سرکش بنتا ہے، خدا کے مقابلے میں بغاوت کرتا ہے، خدا کے بندوں کا معبود بنتا ہے۔ اور خدا کی زمین میں فساد پھیلاتا ہے۔

کائنات میں انسان کا درجہ | یہ تو تھی تخبر شکنی۔ دوسری طرف اسلام نوع بشر کو بتاتا ہے کہ وہ اتنی

دلیل بھی نہیں ہے جتنا اس نے اپنے آپ کو سمجھ لیا ہے ۔ وہ کہتا ہے :۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۔ (۱۷ : ۷)	ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو خشکی اور تری میں سواریاں دیں اور ان کو پاک چیزوں سے رزق عطا کیا ۔ اور بہت سی ان چیزوں پر جو ہم نے پیدا کی ہیں ان کو ایک طرح کی فضیلت عطا کی ہے ۔
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ (۲۲ : ۹) ۔	اے انسان کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے ان سب چیزوں کو جو زمین میں ہیں تمہارے لئے مطیع بنا دیا ہے ۔

"اور جانوروں کو پیدا کیا جن میں تمہارے لئے سردی سے حفاظت کا سامان ہے، اور منفعتیں ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ۔ ان میں تمہارے لئے ایک شان جمال ہے، جب کہ تم صبح ان کو لیجاتے ہو اور شام واپس لاتے ہو ۔ وہ تمہارے بوجھ ڈھو کر اس مقام تک لے جاتے ہیں ۔ جہاں تک تم بغیر جانکاہی کے نہیں پہنچ سکتے، تمہارا رب بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے ۔ گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری کے لئے ہیں ۔ اور سامان زینت ہیں ۔ خدا اور بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تم کو علم بھی نہیں ہے .... وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، اس میں سے کچھ تمہارے پینے کے لئے ہے، اور کچھ درختوں کی پرورش کے کام آتا ہے جن سے تم اپنے جانوروں کا چارہ حاصل کرتے ہو ۔ اس پانی سے خدا تمہارے لئے کھیتی اور کھجور اور انگور اور طرح طرح کے پھل اگاتا ہے، ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں ۔ اسی نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند اور تارے مسخر کئے ہیں

یہ سب اسی خدا کے حکم سے مسخر ہیں ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل
سے کام لیتے ہیں اور بہت سی وہ مختلف الالوان چیزیں جو اس نے زمین میں
تمہارے لئے پیدا کی ہیں، ان میں سبق حاصل کرنے والوں کے لئے بڑی نشانی ہے
اور وہ خدا ہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا کہ اس سے تم تازہ گوشت (مچھلی) نکال کر
کھاؤ، اور زینت کا سامان (موتی وغیرہ) نکالو جن کو تم پہنتے ہو۔ اور تو دیکھتا ہے
کہ کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی سمندر میں بہتی چلی جاتی ہیں۔ چنانچہ سمندر کو اس لئے
بھی مسخر کیا ہے کہ تم لوگ اللہ کا فضل تلاش کرو۔ (یعنی تجارت کرو) شاید کہ تم
شکر بجا لاؤ۔ اس نے زمین میں پہاڑ لگا دیے کہ زمین تم کو لیکر جھک نہ جائے اور
دریا اور راستے بنا دئے کہ تم منزل مقصود کی راہ پاؤ، اور بہت سی علامات بنائیں
منجملہ ان کے تارے بھی ہیں جن سے لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں۔ . . . .
اور اگر تم خدا کی نعمتوں کا شمار کرو تو ان کو بے حساب پاؤ گے" (۱۶: ۱-۲)۔

ان آیات میں انسان کو یہ بتایا گیا ہے کہ زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب تیری خدمت
اور فائدہ کے لئے مسخر کی گئی ہیں اور آسمان کی بھی بہت سی چیزوں کا یہی حال ہے۔ یہ درخت، یہ
دریا، یہ سمندر، یہ پہاڑ، یہ جانور، یہ رات اور دن، یہ تاریکی اور روشنی، یہ چاند یہ سورج، یہ تارے
غرض یہ سب چیزیں جن کو تو دیکھ رہا ہے تیری خادم ہیں، تیری منفعت کے لئے ہیں، اور تیرے
لئے ان کو کارآمد بنایا گیا ہے تو ان سب پر فضیلت رکھتا ہے، تجھ کو ان سب سے زیادہ عزت دی گئی
ہے، تجھ کو ان کا مخدوم بنایا گیا ہے۔ پھر کیا تو اپنے ان خادموں کے سامنے سر جھکاتا ہے؟ ان کو
اپنا حاجت روا سمجھتا ہے؟ ان کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے؟ ان سے اپنی مدد کی التجائیں
کرتا ہے؟ ان سے ڈرتا اور خوف کھاتا ہے؟ ان کی عظمت و بزرگی کے گیت گاتا ہے؟ اس طرح تو

تو اپنے آپ کو خود ذلیل کرتا ہے، اپنا مرتبہ آپ گراتا ہے، خادموں کا خادم، غلاموں کا غلام خود بنتا ہے۔

انسان نائب خدا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ انسان نہ اتنا عالی مرتبہ ہے جتنا وہ بزعم خود اپنے آپ کو سمجھتا ہے اور نہ اتنا پست و ذلیل ہے جتنا اس نے خود اپنے آپ کو بنا لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آخر اس دنیا میں انسان کا صحیح مرتبہ کیا ہے؟ اس کا جواب اسلام یہ دیتا ہے؟

"اور جب کہ تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا تو زمین میں اس کو نائب بناتا ہے جو جو وہاں فساد پھیلائے گا، اور خونریزیاں کرے گا؟ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح اور تیری تقدیس کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، اور اس نے آدم کو سب چیزوں کے اسمار سکھا دیے۔ پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام مجھے بتاؤ۔ انہوں نے کہا پاک ذات ہے تیری، ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے جو تو نے ہم کو سکھا دیا ہے، تو ہی علم رکھنے والا ہے اور تو ہی حکمت کا مالک ہے۔ خدا نے کہا اے آدم ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا، پس جب آدم نے ان کو ان اشیاء کے نام بتلائے تو خدا نے کہا، کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی سب مخفی باتیں جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو اس سب کا علم رکھتا ہوں؟ اور جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا، بجز ابلیس کے کہ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور نافرمانوں میں سے ہو گیا اور ہم نے آدم سے کہا کہ اے آدم تو اور تیری بیوی دونوں جنت میں رہو اور

اس میں جہاں سے چاہو بفراغت کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس بھی نہ پھٹکو کہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے مگر شیطان نے ان کو جنت سے اکھاڑ دیا اور وہ جس خوشحالی میں تھے اس سے ان کو نکلوا دیا" (۲ : ۴)

اور جب کہ تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک کالے سڑے ہوئے سوکھے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ پھر جب میں اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں تو تم اس کے لئے سربسجود گر جانا، چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ بجز ابلیس کے کہ اس نے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ خدا نے کہا ابلیس! تجھے کیا ہو گیا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوتا، ابلیس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے کالے سڑے ہوئے سوکھے گارے سے بنایا ہے۔ خدا نے کہا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندۂ درگاہ ہے اور یوم الجزاء تک تجھ پر پھٹکار رہے" (۱۵ : ۳)۔

اس مضمون کو مختلف طریقوں سے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو خدا نے زمین میں اپنا نائب بنایا، اس کو فرشتوں سے بڑھ کر علم دیا، اس کے علم کو فرشتوں کی تسبیح و تقدیس پر ترجیح دی، فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے اس نائب کو سجدہ کرو، فرشتوں نے اس کو سجدہ کر لیا، اور اس طرح ملکوتیت اس کے آگے جھک گئی، مگر ابلیس نے انکار کیا اور اس طرح شیطانی قوتیں انسان کے آگے نہ جھکیں، حقیقت میں تو وہ مٹی کا ایک حقیر پتلا تھا مگر خدا نے اس میں جو روح پھونکی تھی اور اس کو جو علم بخشا تھا اس نے اس کو نیابت خداوندی کا اہل بنایا۔ فرشتوں نے اس کی اس فضیلت کو تسلیم کر لیا، اور اس کے آگے جھک گئے لیکن شیطان نے اس کو تسلیم نہ کیا، اس جرم میں شیطان پر لعنت بھیجی گئی، مگر اس نے قیامت تک کے لئے مہلت مانگی

کہ انسان کو بہکانیکی کوشش کرے، چنانچہ شیطان نے انسان کو بہکایا، جنت سے نکلوایا، اور اس وقت سے انسان اور شیطان میں کشمکش برپا ہے، خدا نے انسان سے کہدیا کہ جو ہدایت میں تجھے بھیجوں اس کو مانے گا تو جنت میں جائے گا۔ اور اپنے ازلی دشمن شیطان کا حکم مانے گا تو دوزخ تیرا ٹھکانا ہوگا۔

منصب نیابت کی تشریح اس بیان سے چند امور معلوم ہوتے ہیں:۔

انسان کی حیثیت اس دنیا میں خدا کے خلیفہ کی ہے خلیفہ کہتے ہیں نائب کو۔ نائب کا کام یہ ہے کہ جس کا وہ نائب ہے اس کی اطاعت کرے وہ نہ تو اس کے سوا کسی اور کی اطاعت کر سکتا ہے کہ ایسا کرے تو باغی سمجھا جائے گا، اور نہ وہ اس کا مجاز ہے کہ اپنے آقا کی رعیت اور اس کے نوکروں اور خادموں اور غلاموں کو خود اپنی رعیت اپنا نوکر اپنا خادم اپنا غلام بنالے کہ ایسا کرے گا تب بھی باغی قرار دیا جائے گا، اور دونوں حالتوں میں سزا کا مستحق ہوگا اس کو جس جگہ نائب بنایا گیا ہے، وہاں وہ اپنے آقا کی املاک میں تصرف کر سکتا ہے، ان کو استعمال کر سکتا ہے۔ اس کی رعیت پر حکومت کر سکتا ہے اس سے خدمت لے سکتا ہے، ان کی نگرانی کر سکتا ہے مگر اس حیثیت سے نہیں کہ وہ خود آقا ہے، اور نہ اس حیثیت سے کہ اس آقا کے سوا کسی اور کا ماتحت ہے۔ بلکہ صرف اس حیثیت سے کہ وہ اپنے آقا کا نائب ہے اور جتنی چیزیں اس کی زیر حکم ہیں ان پر اپنے آقا کا امین ہے، اس بنا پر وہ سچا اور پسندیدہ اور مستحق انعام نائب اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اپنے آقا کی امانت میں خیانت نہ کرے، اس کی ہدایت پر عمل کرے، اس کے احکام سے سرتابی نہ کرے، اس کی املاک اس کی رعیت اس کے نوکروں اس کے خادموں اور اس کے غلاموں پر حکومت کرنے ان سے خدمت لینے ان میں تصرف کرنے اور ان کی نگرانی کرنے میں اس کے بنائے ہوئے قوانین پر کاربند ہو۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو نائب نہیں باغی ہوگا۔ پسندیدہ نہیں مردود

ہوگا مستحق انعام نہیں مستوجب سزا ہوگا۔

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۲: ۴)

توجس نے میری ہدایات کی پیروی کی ایسے لوگوں کے لئے کسی سزا کا خوف اور کسی نامرادی کا رنج نہیں ہے اور جنہوں نے نافرمانی کی اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے

نائب اور امین خود مختار نہیں ہوتا، کہ اپنی مرضی سے جو چاہے کرے اپنے آقا کے مال اور اس کی رعیت میں جیسا چاہئے تصرف کرے، اور اس سے کوئی پوچھنے والا نہ ہو بلکہ وہ اپنے آقا کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے اس کو پائی پائی کا حساب دینا ہوتا ہے اس کا آقا اس کی ہر حرکت کے متعلق سوال کر سکتا ہے، اور اس کی امانت اس کے مال اور اس کی رعیت میں اس نے جس طرح تصرف کیا ہے اس کے لئے اس کو ذمہ دار قرار دے کر جزا اور سزا دے سکتا ہے،

نائب کا اولین فرض یہ ہے کہ جس کا وہ نائب ہے اس کی فرمانروائی، اس کی حکومت، اور اس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرے اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو نہ اپنے نائب ہونے کی حیثیت کو سمجھ سکے گا نہ دیانت امین ہونے کے منصب کا کوئی صحیح تصور اس کے ذہن میں پیدا ہوگا، نہ اپنے ذمہ دار، اور جواب دہ ہونے کا احساس کر سکے گا، اور نہ اس امانت میں جو اس کے سپرد کیگئی ہے اپنی ذمہ داریاں اور اپنے فرائض صحیح طور پر ادا کرنے کے قابل ہوگا۔ اول تو یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی دوسرے تخیل کے تحت انسان وہ طرز عمل اختیار کر سکے جو نیابت و امانت کے تخیل کے تحت وہ اختیار کرے گا۔ اور اگر بفرض محال اس کا طرز عمل ویسا ہو بھی تو اس کی کوئی قیمت نہیں، کیونکہ آقا کی فرمانروائی تسلیم کرنے سے انکار کر کے تو وہ پہلے ہی باغی ہو چکا ہے اب اگر اس نے اپنے نفس یا کسی اور کے اتباع میں اچھے عمل کئے بھی تو اس کا اجر اس سے طلب کرے جس کا اس نے اتباع کیا ہے۔ اس کے آقا کے ہاں اس کے وہ اعمال بے کار ہیں۔

انسان اپنی اصل کے اعتبار سے ایک حقیر مخلوق ہے مگر اس کو جو عزت حاصل ہوئی ہے وہ اس روح کی بنا پر ہے جو اس میں پھونکی گئی ہے اور اس نیابت الٰہی کی بنا پر ہے جو اسے اس زمین میں عطا کی گئی ہے اب اس عزت کی حفاظت منحصر ہے اس پر کہ وہ شیطان کی پیروی کرکے اپنی روح کو گندہ نہ کر دے اور اپنے آپ کو نیابت کے درجہ سے گرا کر بغاوت کے مرتبے میں نہ لے جائے کیونکہ اس حالت میں وہ پھر وہی ایک حقیر ہستی رہ جائے گا۔

ملکوتی طاقتیں انسان کے نائب خدا ہونے کو تسلیم کر چکی ہیں اور وہ اس کے آگے بحیثیت نائب خدا ہونے کے جھکی ہوئی ہیں، مگر شیطانی طاقتیں اس کی نیابت کو تسلیم نہیں کرتیں اور وہ اسے اپنا تابع بنانا چاہتی ہیں۔ انسان اگر اس دنیا میں نیابت الٰہی کا حق ادا کرے گا اور خدا کی ہدایت پر چلے گا تو ملکوتی طاقتیں اس کا ساتھ دیں گی۔ ملائکہ کی فوجیں اس کے لئے اتریں گی وہ عالم ملکوت کو کبھی اپنے سے منحرف نہ پائے گا۔ اور اس کی طاقتوں سے شیطان اور اس کے لشکروں کو مغلوب کرلے گا لیکن اگر وہ نیابت کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا اور خدا کی ہدایت پر نہ چلے گا۔ تو ملکوتی طاقتیں اس کا ساتھ چھوڑ دیں گی، کیونکہ اس طرح وہ خود اپنے منصب نیابت سے دست بردار ہو چکا ہوگا۔ اور جب اس کا ساتھ دینے والی کوئی طاقت نہ رہیگی اور وہ محض مٹی کا ایک پتلا رہ جائے گا۔ تو شیطانی قوتیں اس پر غالب آجائیں گی۔ اور پھر شیطان اور اس کے لشکر ہی اس کے حمایتی اور مددگار رہوں گے، انہی کے احکام کی وہ پیروی کریگا، اور انہی کا سا انجام اس کا بھی ہوگا۔

نائب خدا ہونے کی حیثیت سے انسان کا درجہ دنیا کی تمام چیزوں سے افضل اور اعلیٰ ہے، دنیا کی تمام چیزیں اس کی ماتحت ہیں، اور اس لئے ہیں کہ وہ ان کو استعمال کرے اور اپنے آقا کے بتائے ہوئے طریقہ پر ان سے خدمت لے، ان ماتحتوں کے آگے جھکنا اس کے لئے ذلیل سبب ہے

اگر وہ جھکے گا تو اپنے اوپر آپ ظلم کریگا، اور گویا نیابت الٰہی کے منصب سے خود دست بردار ہوجائیگا
لیکن ایک ہستی ایسی ہے جس کے سامنے جھکنا اور جس کی اطاعت کرنا اس کا فرض ہے، اور جس کو سجدہ
کرنے میں اس کے لئے عزت ہے۔ وہ ہستی کونسی ہے؟ خدا، اس کا آقا، وہ جس نے انسان کو اپنا
نائب بنایا ہے۔

نوع انسانی کا کوئی مخصوص فرد یا مخصوص گروہ نائب خدا نہیں ہے، بلکہ پوری نوع انسانی
نیابت الٰہی کے منصب پر سرفراز کی گئی ہے اور ہر انسان خلیفہ خدا ہونے کی حیثیت سے دوسرے انسان
کے برابر ہے، اس لئے نہ کسی انسان کو دوسرے انسان کے آگے جھکنا چاہئے اور نہ کسی انسان
کو یہ حق ہے کہ اپنے آگے جھکنے کا کسی دوسرے انسان سے مطالبہ کرے ایک انسان دوسرے انسان
سے صرف اس چیز کا مطالبہ کرسکتا ہے کہ وہ آقا کے حکم اور اس کی ہدایت کی پیروی کرے اس
معاملہ میں پیروی کرنے والا آمر ہوگا۔ اور پیروی نہ کرنے والا مامور کیونکہ جو نیابت کا حق ادا کرتا
ہے، وہ حق نیابت ادا کرنے والے سے افضل ہے۔ مگر فضیلت کے معنی یہ نہیں کہ وہ خود اس کا آقا ہے
نیابت اور امانت کا منصب ہر انسان کو شخصاً شخصاً حاصل ہے، اس میں کوئی مشترک ذمہ داری
نہیں ہے، اس لئے ہر شخص اپنی اپنی جگہ اس منصب کی ذمہ داریوں کے بارے میں جوابدہ ہے
نہ ایک پر دوسرے کے عمل کی جوابدہی عائد ہوتی ہے نہ ایک کو دوسرے کے عمل کا فائدہ حاصل ہوسکتا
ہے نہ کوئی کسی کو اس کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرسکتا ہے اور نہ کسی کی غلط روی کا وبال
دوسرے پر پڑسکتا ہے۔

انسان جب تک زمین میں ہے اور جب تک مٹی کے پتلے (جد انسانی) اور خدا کی
پھونکی ہوئی روح میں تعلق باقی ہے، اس وقت تک وہ خدا کا نائب ہے۔ یہ تعلق منقطع ہوتے
ہی وہ خلافت ارضی کے منصب سے الگ ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد قدرتی طور پر اس کے زمانۂ

نیابت کے افعال و اعمال کی جانچ پڑتال ہونی چاہئے اس کے سپرد جو امانت کیگئی تھی اس کا حساب کتاب ہونا چاہئے اس پر نائب ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں عائد کی گئی تھیں اُن کی تحقیقات ہونی چاہئے کہ اس نے ان کو کس طرح انجام دیا، اگر اس نے غبن، خیانت، نافرمانی بغادت اور نا فرض شناسی کی ہے تو اس کو سزا ملنی چاہئے۔ اور اگر ایمانداری، فرض شناسی اطاعت گوشی سے کام کیا ہے تو اس کا انعام بھی ملنا ضروری ہے۔

(باقی)